سیرت طیبہ پر یورپین تصانیف۔ ایک تحقیقی جائزہ

ڈاکٹر محمود الحسن عارف ☆

Abstract

The tradition of writing Biography of the holy Prophet (PBUH) is very rich. The Muslims have produced worthwhile literature on this topic in Arabic and other languages of the world. Besides Muslims, many non-Muslims have also authored on this topic. There is a long list of orientalists who too wrote on the life of the holy prophet (PBUH) since they are non-Muslims they are not aware of the sensibility of the topic. They could not do justice with the topic. This article is a critical review of the works of the orientalists on the Biography of the holy Prophet (PBUH)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے متعلق مغرب میں شروع دن سے تصنیف وتالیف کا سلسلہ جاری ہے یہ بات باعث تعجب ہے کہ دنیا کو تحمل، برداشت، رواداری اور حقوق انسانی کا درس دینے والا مغرب بذات خود اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بے حد تعصب، جہالت اور عدم برداشت کا مظاہرہ کرتا رہا ہے۔

مغرب میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے متعلق جو جھوٹا اور غلط پروپیگنڈہ کیا جاتا رہا اور جس کی رو میں بڑے بڑے مغربی ادیب اور شاعر بھی بہہ گئے، اس کا مطالعہ مغربی ذہن کو سمجھنے کے لیے بے حد ضروری اور اہمیت کا حامل ہے۔

☆ رئیس شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

ہم مغرب میں مطالعہ سیرت کو درج ذیل حصوں میں تقسیم کرسکتے ہیں:

۱۔ ابتدائی دور

۲۔ صلیبی جنگوں کا دور

۳۔ نشأۃ ثانیہ سے لے کر انیسویں صدی تک کا دور

۴۔ انیسویں صدی اور مابعد کا دور

۱۔ ابتدائی دور

مغرب کی قدیم ترین کتاب، جس میں رسول اکرمؐ کا ذکر ہے، وہ سیبوس الارمنی کی کتاب ہے، جو ساتویں صدی عیسوی میں لکھی گئی۔ اس میں صرف یہ ذکر ہے کہ محمد اسماعیلی تھے انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اپنے وطن کے لوگوں کو دین ابراہیمی کی طرف لوٹنے کی دعوت دی۔ یہ کتاب لینن گراڈ سے ۱۸۷۹ء میں چھپی اس کا روسی زبان میں ترجمہ مستشرق باخیان کی نگرانی میں ہوا اور ۱۸۶۲ میں چھپا۔(۱)

سب سے پہلا عیسائی جس نے آنحضورﷺ پر باقاعدہ تصنیف وتالیف کا آغاز کیا، وہ یوحنا الدمشقی (John of Dimascus) تھا، اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے، جنہوں نے اسلام کے بارے میں بھرپور تعصب برتا۔ اس کی ولادت دمشق میں ہوئی۔ خلیفہ اموی کی خدمت میں کچھ عرصہ رہنے کے بعد وہ مسیحی تعلیمات کے لیے دیرا (کنیسا) میں چلا گیا۔ اس نے اسلام کا ذکر ایک ''بت پرست جاہلی مذہب'' کے طور پر کیا ہے اور لکھا ہے کہ کعبہ کا ''افرودیت'' نامی بت کے ساتھ تعلق تھا۔ اس نے ایک مسلمان اور ایک عیسائی کے درمیان خیالی مکالمہ بھی نقل کیا ہے، جس میں اس نے مسیحیت کا بھرپور طریقے سے دفاع کیا ہے۔ یوحنا نے ان دونوں کی گفتگو دوسرے عیسائیوں کی رہنمائی کے لیے نقل کی ہے، اس نے رسول اکرمؐ کا ذکر کسی نئے دین کے بانی کے طور پر کرنے کے بجائے (العیاذ باللہ) ایک بدعتی کے طور پر کیا ہے اور یہ غلط فہمی پھیلانے کی کوشش کی ہے، کہ محمدﷺ مسیحی تھے اور آپ نے عیسائیت میں ایک نئے فرقے کی بنیاد رکھی۔(۲) حیرت ہوتی ہے کہ یہ غلط فہمی مغرب میں سترھویں اور اٹھارویں صدی عیسوی تک برقرار رہی اور بہت سے مسیحی علماء خوامخواہ آپؐ پر دین مسیحیت کو بگاڑنے کی بنا پر کیچڑ اچھالتے رہے۔

مغربی دنیا میں اس کے بعد سیرت طیبہ پر لکھنے کا یہی انداز اور یہی اسلوب جاری رہا، خصوصاً آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسرے مسلمانوں کے مقابلے میں زیادہ شادیوں اور حضرت زینبؓ بنت جحش کے قصے کو غلط رنگ دے کر پیش کیا جاتا رہا اور یہ بحث موجودہ دور کے مسیحی ادب میں بھی نمایاں طور پر موجود ہے۔

ابتدائی دور سے تعلق رکھنے والا اسی طرح کا ایک اور معروف متن عبدالمسیح بن اسحاق الکندی کی طرف منسوب الرسالہ ہے لیکن خود مغرب میں اس رسالے کی الکندی کی طرف نسبت کو شکوک وشبہات سے دیکھا جا رہا ہے۔ اس رسالے کو مغرب میں انیسویں صدی میں عربی متن کے ساتھ Tiea نے لنڈن سے ۱۸۸۰ء میں شائع کیا اور اس کے ساتھ اس کا انگریزی میں خلاصہ بھی دیا۔ اسی طرح معروف متعصب مؤلف ولیم میور نے بھی اسے ضمیمہ کے طور پر "رسالہ الکندی" کے عنوان سے اپنی کتاب میں شامل کیا ہے۔ یہ رسالہ عہد وسطی میں بھی بے حد معروف رہا۔ اس کا لاطینی ترجمہ پطرس نامی شخص نے کیا، جو طلیطلہ (اندلس) کا رہنے والا تھا، اس کا خلاصہ فیسانت دو بو فیہ کی کتاب Speculum میں شامل ہے۔

مسیحی علما جو یہ سمجھتے ہیں کہ اس کی نسبت الکندی کی طرف درست ہے ان کے مطابق الکندی نے، جو المامون الرشید العباسی کے زمانے کا معروف نسطوری عالم تھا، یہ رسالہ لکھ کر خلیفہ کے چچازاد بھائی عبداللہ عباسی کو بھیجا تھا، جس نے اسے قبول اسلام کی دعوت دی تھی۔

اس رسالے میں مسیحیت کے حق میں کئی دلائل پیش کیے گئے ہیں، اور قدیم مسیحی کتب کی مدد سے عقیدہ تثلیث کا دفاع کیا گیا ہے۔ بعد ازاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرتے ہوئے کہا گیا ہے، کہ ایسے دلائل جن سے نبوت کا اظہار اور اثبات ہوتا ہے، یہاں مفقود ہیں، جو مؤلف کے خیال میں حضرت عیسیٰ کی شخصیت میں وافر مقدار میں نظر آتے ہیں۔ اس کے خیال میں قرآن مجید کی آیات میں تناقض ہے اور جب غور سے ان کا مطالعہ کیا جاتا ہے، تو ہمیں ایسی آیات نظر آتی ہیں جن کا کوئی مفہوم نہیں۔ آخر میں اس نے حضرت مسیح کی زندگی اور ان کی تعلیمات کا ذکر کیا ہے اور پھر اس نے عبداللہ کو عیسائیت قبول کرنے کی دعوت دی ہے۔(۳)

تاہم جدید تحقیقات سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ مصنف کا یہ نام وہی ہے اور المامون کے زمانے میں بغداد میں اس نام کا کوئی شخص موجود نہ تھا، اس لیے کہ مؤرخین نے المامون دور کے تمام اہل علم وفضل کے نام درج کیے ہیں ان میں عرب بھی ہیں اور غیر عرب بھی، مسلمان بھی ہیں اور غیر مسلم بھی، لیکن اس رسالے یا اس شخص کے نام کی طرف کوئی ادنیٰ سا اشارہ بھی موجود نہیں، کئی عیسائی علماء بھی اسی خیال کے حامی ہیں۔

اسی دور کا ایک اور مؤلف نیکتیاس البیزنطی (Nicatas of Byzantian) ہے، جس نے ''دحض الاسلام'' کے عنوان سے کتاب لکھی جسے اس نے باسل اول (۸۶۷۔۸۸۶ء) کے زمانے میں اس کی فرمائش پر تحریر کیا اس بازنطی حکمران نے اس سے یہ خواہش کی تھی کہ مسلمانوں کو عیسائیت قبول کرنے کی دعوت دی جائے اور یہ کہ مصنف عیسائیت کے فضائل ومحاسن اور اسلام کے نقائص پر کتاب مرتب کرے۔ چنانچہ اس کتاب کے حصہ اول میں بازنطی کنیسہ کے عقائد کے مطابق مسیحی عقائد پر گفتگو کی گئی ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کی صفات اور حضرت مسیحؑ کی الوہیت وغیرہ۔ دوسرے حصے میں مؤلف نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کے خلاف زہر اگلا ہے۔ اس میں اس نے العیاذ باللہ بار بار نبی اکرمؐ کے لیے کاذب کا لفظ استعمال کیا ہے، علاوہ ازیں اس کا یہ بھی کہنا تھا کہ قرآن کریم جھوٹ اور غلط بیانیوں کا مجموعہ ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور یہ کہ اس نے اسی لیے آنحضورؐ کی مخالفت کی ہے۔ نیز یہ کہ قرآن الوہیت مسیح اور ان کو صلیب پر لٹکائے جانے کی مخالفت کرتا ہے اور قرآن کا تصور توحید (لم یلد ولم یولد) بھی اس کے خیال میں درست نہیں ہے۔

اسی طرح قرون وسطیٰ میں آنحضورؐ کی شخصیت کے بارے میں مغرب پوری طرح جہالت اور بدترین تعصب کا شکار رہا۔ اس وقت مغربی لوگوں کا گمان تھا کہ العیاذ باللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بدعتی فرقے کے بانی ہیں۔

مسلمانوں کے لیے ''بدعتی ہونے'' کے نظریے کی اشاعت تھیوفانس (Theo Phanes، موجود مابین ۷۵۷۔۸۱۸ء) نے بھی کی ہے۔ اس کے اس نظریے کی مغرب میں وسیع

پیانے پر اشاعت ہوئی، حتیٰ کہ انستا سیوس نامی پادری نے اپنی کلیسا کی تاریخ میں بھی اسے درج کیا۔ اس کتاب میں ان تمام اہم واقعات کا ذکر ہے جو آپ کی حیات طیبہ میں پیش آئے۔ مصنف نے سچ اور جھوٹ دونوں کو ایک دوسرے سے ملا کر پیش کیا ہے جس سے تمام حقائق مسخ ہو گئے ہیں، مثلاً یہ کہ آپ نے ابتدائی زندگی میں یہودیت اور مسیحیت کا مطالعہ کیا تھا اور تمام کتب مقدسہ پڑھی تھیں اور یہ کہ ایک ایسے راہب نے، جسے کلیسا نے نکال دیا تھا، محمدؐ کی دعوائے نبوت میں مدد کی تھی اور یہ کہ العیاذ باللہ آپ کو دورے پڑتے تھے۔

اس دور میں مسلمانوں کے متعلق قدیم ترین کتابیں جزیرہ نمائے آئبیریا یعنی اندلس کے مسیحیوں نے تحریر کیں۔ یہاں ان کا اسلام سے پہلی صدی ہجری کے آخری سالوں سے سابقہ پڑ گیا تھا بجائے اس کے کہ یہاں کے مسیحی صحیح حقائق پیش کرتے، ان کی تحریروں میں اسلام اور مسلمانوں کے متعلق ''جہل مطلق'' نظر آتا ہے، یہاں چونکہ برضا ورغبت اسلام کی وسیع پیانے پر اشاعت ہو رہی تھی، اسی لیے یہاں کے مسیحیوں نے اسلام کی اشاعت روکنے کے لیے دو طریقے اختیار کیے۔

اول: اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کے متعلق جھوٹی اور غلط خبروں اور روایات کی اشاعت کی۔

دوم: انہوں نے اسلام کے خلاف گستاخی کی تحریک جسے مغرب والوں نے ''شہادت کی تحریک'' کا نام دیا ہے، شروع کی۔ اس تحریک کا آغاز عبدالرحمان الاوسط (۲۰۶۔۲۳۸ھ) کے زمانے میں ہوا۔ اس کی صورت یہ تھی کہ کچھ لوگ مسلمان قاضی کے پاس جاتے اور پیغمبر اسلامؐ کی شان اقدس میں دیدہ و دانستہ گستاخی اور بدزبانی کا مظاہرہ کرتے اور قاضی انہیں اسلامی احکام کی روشنی میں قتل کی سزا دیتا جس کے نتیجے میں رفتہ رفتہ یہ تحریک مکمل طور پر ختم ہوگئی، تاہم مغرب ابھی تک ان لوگوں کو شہید قرار دیتا ہے اس تحریک کا بانی ایک پادری ''الفارو'' نامی تھا۔(۴)

اس ناراضگی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بہت سے ہسپانوی عیسائی شوقیہ طور پر عربی زبان وادب سیکھ رہے تھے اور عربی میں شاعری کرتے تھے، جبکہ عیسائیوں کی کتب مقدسہ کو پڑھنے والا کوئی نہ تھا، اس کا اعتراف خود متعصب ہسپانوی پادری فارو نے بھی کیا ہے۔(۵) اسی لیے اس پادری نے لوگوں میں مسیحی مذہب سے ہمدردی پیدا کرنے کے لیے یہ تحریک شروع کی۔

یہاں کے مسیحی مؤلفین میں ایک پادری یولیو غیوس القرطبی (Eulogius of Cordova) بھی تھا، جس نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ مسلمانوں کے زیر سایہ گزارا اور اگر وہ چاہتا تو وہ اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کے بارے میں تمام حقائق معلوم کر سکتا تھا، لیکن اس نے ایسے نہیں کیا، بلکہ اس نے تمام معلومات ایک لاطینی نسخے سے حاصل کیں، جو اتفاقاً اس کے ہاتھ لگ گیا تھا اور ان معلومات کو انتہائی غلط طریقے پر اس نے پیش کیا۔(۶)

اس نے اندلس کی گستاخی رسول یا بقول اس کے ''خودکشی یا حصول شہادت کی تحریک'' کے دفاع میں رسول اکرمؐ کا ذکر انتہائی غلیظ زبان میں کیا ہے، اس نے اور باتوں کے علاوہ اپنی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ پیغمبر اسلام کو امید تھی کہ ان کے جسم کو ان کی وفات کے تین دن کے بعد فرشتوں کی مدد سے آسمان پر اٹھا لیا جائے گا (العیاذ باللہ)۔(۷)

اسی دور کی ایک اور کتاب جس کی مغرب میں وسیع پیمانے پر اشاعت کی گئی، ہسپانوی پادری پدرو سان باسکوال (Padro San Bascual) کا رسالہ ہے ''الشیعۃ المحمدیۃ'' (Sobro el Seton Mahometana)۔(۸) اس نے بھی سیرت طیبہ کو حتی الوسع بگاڑ کر اور اپنی طرف سے جعلی اور من گھڑت قصے شامل کر کے پیش کیا ہے۔ اس کے غلط ترین بیانات میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے مکی دور میں اسلام قبول کرنے والے لوگوں میں بنو قریظہ کے یہودیوں کو بھی شامل کیا ہے۔ تاہم اس کتاب میں مکی دور کے متعلق معلومات کسی حد تک درست ہیں، لیکن مدنی دور کے واقعات اور حقائق کو اس نے بڑی حد تک بگاڑ کر پیش کیا ہے۔

اندلس کے مذکورہ بالا دونوں مؤلفین کی کتابیں ایک عرصے تک مغربی مؤلفین کے لیے اہم ترین مصادر و مآخذ رہی ہیں۔

ایک اور پادری فنیسانت دو بوفیہ نے اسلام کے خلاف اپنے بغض اور کینے کا بھرپور اظہار اپنی کتاب مرآۃ التاریخ (Speculum Historiale) میں کیا ہے۔ جس نے اپنے دور تک اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں منظر عام پر آنے والے تمام مواد کو یکجا بھی کیا ہے۔(۹)

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ یورپ میں لکھی جانے والی تمام کتب کا لب ولہجہ

اور ان کا اسلوب مکمل طور پر مخاصمانہ اور مناظرانہ تھا اور ان میں کسی ایک مؤلف نے بھی یہ کوشش نہیں کہ وہ اسلام اور پیغمبر اسلام کو سمجھتا اور آپؐ کے متعلق حقائق معلوم کر کے پیش کرتا۔

۲۔صلیبی جنگوں کا دور

گیارہویں صدی عیسوی میں اسلام اور مسیحیت کے مابین اس تصادم کا آغاز جسے ''صلیبی جنگوں'' کا دور کہا جاتا ہے جو ۱۰۹۶ء سے ۱۳۹۱ء تک جاری رہیں، ہونا تو یہ چاہئے تھا، کہ اس دور میں مسیحی علماء اپنے مخالفین کے متعلق صحیح حقائق جانتے اور انہیں پیش کرتے، مگر انہوں نے اپنے زمانے کے حالات اور واقعات سے کوئی اثر نہیں لیا اور بدستور اپنی سابقہ روش پر کار بند رہے۔ اس دور کے تمام مؤلفین کا تذکرہ ممکن نہیں، چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

پطرس الوقور (Peter teh Venerable) نے، جو کلونی کے ایک کلیسا کا پادری تھا، ۱۱۴۱ء میں دو افراد روبرٹ (Robert) اور ہرمن کو عربی کتابوں کا لاطینی میں ترجمہ کرنے کے لیے ملازم رکھا۔ انہوں نے اس کے حکم سے چار کتابوں کا ترجمہ کیا۔ یہ تو معلوم نہیں ہو سکا کہ جن کتابوں کا انہوں نے ترجمہ کیا ان کا اصل نام کیا تھا، لیکن پادری مذکور نے ان تراجم پر مشتمل اپنی کتاب کا نام ''حیات المسلمین المکروہین المضالین'' (Chronica menio so et ridiculasa cenarum) رکھا، کتاب کے نام سے ہی واضح ہے کہ اس نے اس کتاب میں کیسے کیسے گل کھلائے ہوں گے۔ اس میں نبی اکرمؐ کے بزرگوں، آپؐ کی حیات مبارکہ اور خلفائے راشدین سے لیکر یزید اول اور حضرت حسینؓ کی شہادت تک کے واقعات کا ذکر کیا گیا ہے۔

اسی روبرٹ نے قرآن کریم کا لاطینی میں بھی ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ پادری پطرس کو پیش کیا گیا تو اس نے اس میں اپنی طرف سے کمی وبیشی کرنے کا بیڑا اٹھایا، تاہم وہ اس بات کا فیصلہ نہیں کر سکا کہ مسلمان بت پرست تھے، یا ''ایک بدعتی فرقہ'' تھے، لیکن وہ کہتا ہے کہ دونوں میں سے کوئی صورت بھی ہو، اس مذہب کو ختم کرنا ضروری ہے، خواہ اس کے لیے گستاخی اور مذاق اڑانے کی تحریک ہی اپنائی جائے۔(۱۰)

اس کتاب سے اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف بغض وعداوت کے ایک نئے دور کی

ابتداء ہوئی اور یورپ کی تمام زبانوں میں اس کتاب سے استفادہ کرتے ہوئے وسیع پیمانے پر اس کی مدد سے لٹریچر لکھا گیا حتی کہ کچھ لوگوں نے اشعار میں بھی اپنی ہفوات کو نظم کیا۔

اس فہرست میں والٹر سینی بھی شامل ہے، جس نے لاطینی میں شعری انداز میں حیات رسول کو نظم کیا۔ جبکہ الیگزینڈر ڈیو پونٹ (Alexander Dupont) نے فرانسیسی زبان میں یہی کام کیا۔(۱۱)

آنحضور کی سیرت حیات پر ایک شعری مجموعہ امبر یکومینز (Embrico Mains) اور توسی ہیلڈ برٹ (Touss Hildbert) نے، جو گیارہویں صدی عیسوی کے افراد تھے، مرتب کیا۔ ان کا یہ شعری مجموعہ حیات محمد (*Avita Mahamete*) کے نام سے طبع ہوا۔ ایف ہو بنر (F.Hubner) نے اس کی تحقیق کی اور اسے معروف رسالے *Historicle Victelijaher Schft*، شمارہ ۲۴ واں سال ۱۹۳۵ میں شائع کیا۔ یہ شعری مجموعہ مختلف جھوٹی اور غلط سلط باتوں کے بیان پر مشتمل ہے اس کے متعصب مؤلفین نے دوسری غلط باتوں کے ساتھ ساتھ آنحضور کی مدد کے لیے ایک کسی مجہول جادوگر کا بھی ذکر کیا ہے۔(۱۲)

اسی دور میں پہلے صلیبی حملے کی تاریخ پر لکھی جانے والی مغربی کتاب (Gesta Dei Perfrancos) کے مؤلف گلبرٹ آف نوجنٹ (Guelbert of Nogent) نے رسول اکرم کی حیات طیبہ پر بھی ایک پوری فصل لکھی ہے۔ مگر مؤلف کی جہالت کا یہ عالم ہے کہ اسے آنحضور کا نام تک معلوم نہیں ہے، وہ آپ کو ماتھومس (Mathomus) لکھتا ہے، اس نے خود اعتراف کیا ہے کہ اسے کوئی ایسا ماخذ نہیں ملا، جس سے وہ آپ کے حالات لکھنے میں مدد لے سکتا۔ لہٰذا اس نے صرف ان روایات کا ذکر کیا ہے، جو اہل مغرب زبانی طور پر ایک دوسرے کو منتقل کرتے رہتے تھے۔ اسی طرح اسے آنحضور کے زمانے کا بھی صحیح علم نہیں ہے، پھر اس نے اس راہب کا ذکر کیا ہے جسے کلیسا نے ناراض ہو کر نکال دیا تھا۔ اس نے کلیسا سے بدلہ لینے کے لیے نوجوان محمد کو تیار کیا (اعیاذ باللہ) اسی نے آپ کو نیا دین پیش کرنے کے لیے آمادہ کیا اور آپ کی شادی ایک مالدار عورت خدیجہ سے کروائی۔

اس نے لکھا ہے کہ پھر محمد نے لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ وہ عنقریب ایک معجزہ پیش کرنے والا ہے، چنانچہ ایک گائے آئی وہ محمد کے سامنے جھکی اور اس کے سینگوں پر ایک کتاب تھی، اس روز سے، کسی کو بھی آپ کی نبوت میں شبہہ نہ رہا، اس کی کتاب میں واحد بات جو صحیح تھی، یہ تھی کہ مسلمان محمد کو نہ تو خدا مانتے ہیں اور نہ ہی اس کی عبادت کرتے ہیں۔

اسی دور میں ایک شخص میتھیو پرس نے گلبرٹ مذکور کی کتاب کو سامنے رکھ کر، اسلام اور پیغمبر اسلامؐ پر کتاب لکھی۔ اسی طرح جیکس دی وٹری (Jaques de Vitry) نے مسلمانوں کی ''ہدایت'' اور انہیں نصرانیت کی طرف لانے کے لیے اسی زمانے میں ایک کتاب تصنیف کی، لیکن اس نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے متعلق انتہائی گندی اور غلیظ زبان استعمال کی تاہم اس کی کتاب میں کچھ باتیں حقیقت کے قریب بھی تھیں، مثلاً یہ کہ اس نے بڑی مشکل کے ساتھ آپ کے زمانے کی تعیین کی۔ اس نے مسلمانوں کے لیے پہلی مرتبہ دو ایسے الفاظ استعمال کیے جو صدیوں استعمال ہوتے رہے، ان میں ایک سارا سینی (Saraceni) منسوب بہ سارہ زوجہ ابراہیم اور دوسرا ہاجرینی، منسوب بہ سارہ ہاجرہ (زوجہ ابراہیم) تھا۔

اسی صدی میں دو اور ایسے مصنف سامنے آئے، جنہوں نے آنحضورؐ کے متعلق کچھ مزید حقائق لوگوں کے سامنے پیش کیے، ان میں سے ایک ولیم آف مال میسبری (Walliem of Malmesbury) اور دوسرا پطرس الفونسی (Petrus Alponsi) تھا، انہوں نے مغربی دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کے متعلق کچھ صحیح حقائق پیش کیے۔

ولیم آف میسبری نے مغربی عقائد کے برخلاف یہ ثابت کیا کہ اسلام اور مسلمان محمد کو خدا نہیں مانتے بلکہ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ محمد، اللہ کے نبی اور رسول ہیں۔ ولیم نے یہ کتاب ۱۱۲۰ء کے قریب لکھی تھی۔ اسی طرح پطرس الفونسی نے جو ہسپانیہ کا ایک یہودی تھا، مگر پھر عیسائی ہوگیا تھا ایک یہودی اور مسیحی کے مابین مکالمہ (Dialogue of a Christian and a Jew) لکھا ہے جس میں بارہویں صدی عیسوی تک لکھی جانے والی کتب میں سب سے زیادہ اسلام اور مسلمانوں کے متعلق ٹھیک ٹھیک حقائق کا ذکر ہے۔

اسی دور میں ایک اور مستشرق ولیم طرابلسی (William of Tripoli) نے ۱۲۷۱ء کے قریب ایک کتاب لکھی، جس کا مقصد مسلمانوں میں تبلیغ کا کام کرنے والے مسیحی مہمات کی مدد کرنا تھا اس کتاب میں اس نے بتایا ہے کہ محمدؐ نے چالیس برس کی عمر میں دعوائے نبوت کیا اور آپ پر وحی حضرت جبریل فرشتے کی وساطت سے آتی تھی، لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے کئی جھوٹی اور غلط باتوں کا بھی ذکر کیا جس میں کلیسا سے ناراض راہب کا ذکر خاص طور پر شامل ہے۔(۱۳)

آخر میں معروف مغرب ادیب دانتے کا ذکر مناسب ہوگا، جس نے ''الکومیدیا الالٰہیہ'' (Al-Comedia) کے نام سے کتاب لکھی۔ دانتے ۱۲۶۵-۱۳۲۱ء کے درمیان زندہ رہا۔ اس کی ذات کو قرون وسطی اور علمی بیداری (Renaissance) کے جدید دور کے مابین ایک پل کا درجہ دیا جاتا ہے، لیکن دانتے کے ذہن پر بھی عہد وسطی کی تمام دیومالائی داستانوں کا اس حد تک اثر تھا کہ اس نے سلطان صلاح الدین ایوبی کا ذکر دنیا کی بڑی شخصیات میں کیا ہے اور چھ مسلمان فلسفیوں بشمول ابن سینا اور ابن رشد کو جنت اور دوزخ کے درمیان دکھایا ہے، جبکہ خاکم بدہن اس نے آنحضورؐ کو جہنم کے اٹھائیسویں درجے میں پیش کر کے اپنے خبث باطن کا اظہار کیا ہے۔ جس کی وجہ اس نے یہ لکھی کہ آپ العیاذ باللہ کنیسہ سے دشمنی رکھتے تھے اور آپؐ نے دین میں بدعت کی ابتدا کی۔ گویا وہ آنحضورؐ کو ایک عیسائی سمجھتا تھا، اس سے اس کی جہالت اور خبث باطنی کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

(۳) نشاۃ ثانیہ سے انیسویں صدی عیسوی تک کا دور

مغرب میں علمی اور فکری بیداری کی ابتدا ۱۴۹۲ء سے کی جاتی ہے، جب ایک طرف تو کولمبس نے امریکہ دریافت کیا اور دوسری طرف دو مسیحی متعصب حکمرانوں فرڈی نینڈ اور ملکہ ازابیلا پر مشتمل اتحاد نے اسپین پر قبضہ مکمل کر کے وہاں سے مسلمان حکومت کا خاتمہ کیا۔ تاہم افسوس کہ یورپ اپنی فکری بیداری کے اس دور میں بھی، اسلام اور نبی اکرمؐ کی سیرت کے متعلق بدستور جہل مرکب، جھوٹے اور من گھڑت قصوں کا شکار رہا اور علمی و فکری بیداری کے دعوؤں کے باوجود ان کی اس روش میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی اور محض جزئیات میں اختلاف رہا۔(۱۴)

اس دور میں اسلام اور مسلمانوں کے متعلق لکھنے کے لیے ایک نئے مآخذ کا اضافہ ہوا۔ یہ ایسے لوگوں کی یاداشتیں تھیں جو ایسے صلیبی حملوں میں مسیحی لشکر کے ہمراہ تھے جو مسلمانوں سے لڑنے اور ان سے القدس الشریف کو آزاد کرانے کے لیے گئے تھے۔ اس حقیقت کے باوجود کہ ان میں سے اکثریت تک ان کی رسائی نہ تھی اور یہ تمام مواد ابھی تک مخطوطات کی شکل میں تھا(۱۵) یہ لوگ بڑی آسانی سے اسلام کے متعلق صحیح معلومات تک رسائی حاصل کر سکتے تھے، مگر انہوں نے تعصب اور خبث باطن کا اظہار کرنے کے لیے انہی کی تحریروں کو بنیاد بنایا۔

ان کی جہالت کا مزید اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ روشن خیالی کے دعوؤں کے برعکس اس دور میں بھی بہت سے لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ محمدؐ العیاذ باللہ مسلمانوں کے خدا تھے اور مسلمان بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ چنانچہ سولہویں صدی کے دوسرے نصف حصہ میں ایسی جھوٹی تصویریں پائی جاتی ہیں جن کو Mammentry کہا جاتا ہے اور اس دور میں Mammentry کا لفظ بتوں کی تزئین و آرائش کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ یہ دونوں الفاظ رسول اکرمؐ کے اسم مبارک ''محمدؐ'' سے اخذ کیے گئے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی اس دور میں ایک ایسا گروہ بھی موجود تھا، جو یہ گمان کرتا تھا کہ محمدؐ عیسائی مذہب سے الگ ہوگئے تھے اور انہوں نے اپنا ایک الگ بدعتی فرقہ بنالیا تھا جیسا کہ اوپر معروف مغربی ادیب دانتے کے متعلق بیان ہوچکا ہے تاہم ان میں ایسا طبقہ بھی موجود تھا، جو اسلام کو، ایک مستقل دین اور مذہب قرار دیتا تھا، لیکن آنحضورؐ سے جھوٹ اور دھوکے وغیرہ کے الزامات منسوب کرتا تھا۔ (العیاذ باللہ)

اس کے ساتھ ان لوگوں میں مشترکہ طور پر یہ بات موجود تھی کہ ان کے نزدیک اسلام ہی ان کا دشمن اعظم تھا۔(۱۶) جس کی متعدد وجوہ میں سب سے بڑی وجہ صلیبی جنگیں اور ان کے دوران پروان چڑھنے والا مذہبی تعصب تھا۔

علاوہ ازیں اس زمانے میں یورپ پوری طرح ترکی کے حملوں کی زد میں تھا، حتیٰ کہ سولہویں صدی کے وسط میں مسلمان سلیمان القانونی کے زمانے میں ترک فوجیں (ویانا) تک

جا پہنچی تھیں، اسی لیے علمی بیداری کے باوجود ان لوگوں سے اسلام کے متعلق کسی انصاف کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ دشمنی اور تعصب بڑھنے کی ایک اور وجہ سولہویں صدی عیسوی میں جرمن اسکالر مارٹن لوتھر کے تحت ابھرنے والی پروٹسٹنٹ تحریک بھی تھی، جس نے صدیوں کی پاپائیت اور کلیسائی جوروستم کے خلاف آواز اٹھائی تھی اور اس کی بنیادیں ہلا کر رکھ دی تھیں۔ کیتھولک لوگوں کا خیال تھا کہ پروٹسٹنٹوں کے عقائد مسلمانوں کے عقائد سے مشابہ ہیں، جب کہ پروٹسٹنٹوں نے ہمیشہ اس الزام کی تردید کی ہے، مگر کیتھولک فرقہ سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے پروٹسٹنٹوں کے طرز استدلال کو بھی ''دشمن کبیر'' یعنی مسلمانوں کے انداز استدلال سے مشابہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس دور میں یہ فیصلہ کیا کہ اپنی دشمنی اور نفرت کے اظہار کے لیے، جب بھی رسول اکرمؐ کا نام لیا جائے تو وہ اس کے ساتھ مزید کسی نامناسب لفظ کا اضافہ کردیا کریں گے، جن کے ذکر کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ (۱۷)

مغرب میں اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت کا نیا دور اٹھارویں صدی سے شروع ہوا، یہ وہ دور تھا، جب مغرب کے تین بڑے ممالک برطانیہ، فرانس اور ہالینڈ مختلف تجارتی کمپنیوں اور سیاسی اور فوجی پہلوؤں سے مشرقی ممالک، خصوصاً اسلامی ملکوں کے ساتھ تجارتی، سیاسی، اور معاشی روابط رکھتے تھے۔ چنانچہ اس دور میں ان ملکوں کی حکومتوں کی سرپرستی میں عیسائیت کی تبلیغ و تعلیم کے لیے وسیع پیمانے پر مشنری تبلیغی سرگرمیوں کی ابتدا ہوئی اس دور میں مشرقی ملکوں سے اسلامی اور عربی کتب کا بہت بڑا ذخیرہ مغربی کتب خانوں میں منتقل ہوا اور ان کے ترجمہ اور ان پر تنقید اور مطالعے کا نیا سلسلہ شروع ہوا۔ تقریباً اسی زمانے میں پیرس لنڈن، اوکسفرڈ اور کیمبرج وغیرہ کی جامعات میں عربی چئرز قائم ہوئیں۔ اسی دور میں قرآن کریم کے مختلف مغربی زبانوں میں تراجم ہوئے، جب کہ فرانسیسی اور انگریزی زبانوں میں قرآن کریم کے ابتدائی تراجم ۱۶۴۹ء میں سامنے آچکے تھے۔ اسی طرح ان دنوں اسلام اور پیغمبر اسلام کے متعلق صحیح اور وقیع ترین معلومات یورپ کی زبانوں میں شائع ہوکر سامنے آنے لگی تھیں۔

مختصراً یہ کہ اس دور میں یورپ نے تین طرح کے مصادر سے معلومات حاصل کیں :

ا۔ وہ کتابیں جو مخطوطات کی شکل میں، ان کے قومی ورثے کے طور پر، لاطینی زبان میں موجود تھیں۔

۲۔عربی اور اسلامی کتب، اصل زبان میں یا کسی یورپی زبان میں ترجمہ کی بنیاد پر۔
۳۔ایسے یورپی لوگوں کے سفرنامے، جو مشرق کے مختلف ملکوں میں گئے وہاں کی سیاحت کی، وہاں علم حاصل کیا یا وہاں درس وتدریس کی۔

اس دور کی چند کتب درج ذیل ہیں:

اس فکری بیداری کے عہد میں ''کبوتر'' والا قصہ، جو العیاذ باللہ، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں سرگوشی کیا کرتا تھا، بدستور مغربی ادب کا حصہ رہا، حتیٰ کہ شیکسپیئر جیسے شخص کے ڈرامے ہنری اول، ہنری دوم (ص ۱۴۰) میں یہ عبارت شامل کی ہے:

کیا کبوتر نے محمد کو الہام کیا؟ / تب تو تجھے پھر......عقاب نے الہام کیا ہوگا۔(۱۸)

شیکسپیئر سے پہلے بھی، معروف انگریزی شاعر جان لیڈگیٹ (John Lydgate) آنحضورؐ کا اپنی شاعری میں ذکر کر چکا تھا، وہ رسول اکرمؐ کو العیاذ باللہ، ایک ماہر جادوگر اور ماہر فلکیات قرار دیتا ہے، جنہوں نے بقول اس کے جادو کی مہارت کے ذریعے اپنے کام پورے کیے۔

ہاڈگن (Hadgen) نامی شاعر نے بھی اسی انداز میں آنحضورؐ کی جادوگری کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جادو کے بل بوتے پر عرب کی معروف مال دار عورت خدیجہ سے شادی کی دونوں کی جہالت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ حضرت خدیجہ کا نام اول الذکر نے گارڈیجان (Gardegan) اور ہاڈگن نے گاڈیجان (Gadigan) لکھا ہے، اور یہ کہ وہ کورازان (Corazan) کے ملک کی ملکہ اور حاکم تھی۔(۱۹)

اس دور میں ''محمدؐ اور پہاڑ'' والا قصہ سب سے زیادہ معروف ہوا، جسے معروف مغربی ادیب فرانسیس بیکن نے بھی اپنے مضمون ''جرأت'' میں پیش کیا ہے وہ لکھتا ہے:

> ''محمد نے بہت سے لوگوں کو اکٹھا کیا اور کہا کہ وہ ان کے سامنے پہاڑ کو بلائے گا، جو ان کی بات سنے گا اور مانے گا، یہ سن کر بہت سے لوگ جمع ہوگئے، محمد نے کئی مرتبہ پہاڑ کو بلایا، مگر پہاڑ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوا، یہ دیکھ کر محمد ذرا بھی شرمندہ نہ ہوا اور اس نے کہا کہ اگر پہاڑ محمد کے پاس نہیں آیا تو کوئی بات نہیں، وہ پہاڑ کے پاس چلا جاتا ہے''۔(۲۰)

معروف انگریزی کہاوت If the mountain wolud not come to Mohommet, Mohoomet will go to mountain. اسی فرضی اور جھوٹی قصے پر مبنی ہے۔

سترہویں صدی عیسوی میں پیدا ہونے والی پروٹسٹنٹ تحریک کے بانی مارٹن لوتھر نے بھی ایک دوسرے انداز میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تعصب اور جہالت بھڑکانے کی کوشش کی۔ اس نے صاف اور صریح لفظوں میں اعلان کیا کہ مسلمانوں کی ہدایت کا کوئی امکان نہیں ہے اس لیے کہ ان کے دل پتھر کے ہیں۔ انہوں نے کتاب مقدس کو رد کیا ہے اور تمام دلائل و براہین کو ٹھکرا دیا ہے لیکن لوتھر کے خیال میں اسلام صرف ترکوں کا دین تھا، جو یورپ کے لیے سیاسی اور فوجی پہلو سے خطرہ تھے۔ اسی لیے امریکہ سمیت بہت سے یورپین ملکوں میں ترکی کا لفظ ''مسلم'' کے مترادف تھا، اسی لیے لوتھر نے بھی اسلام کی مخالفت کی۔ اسے شبہ تھا کہ محمدؐ (اس زمانے کے یورپ) سے بھی گئے گزرے ہیں (العیاذ باللہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک)، دراصل لوتھر اسلام کے متعلق کچھ جانتا ہی نہیں تھا اسے محمدؐ اور آپ کے متبعین کے مسیح دجال ہونے کے بارے میں بھی شبہ تھا۔

اس دور کا ایک اور مغربی فلکٹن پوری ڈھٹائی کے ساتھ مذکورہ لفظ کا العیاذ باللہ محمدؐ کے لیے اطلاق کرتا ہے، اس کا گمان یہ تھا کہ محمد یا تو یاجوج تھا یا ماجوج یا پھر دونوں ہی۔

۱۵۹۷ء میں کسی مجہول الاسم شخص نے ''سیاسۃ الامبراطوریۃ الترکیۃ'' کے نام سے کتاب لکھی، جس میں اسلام اور اس کی اخلاقی مبادیات کے متعلق پہلی مرتبہ کچھ صحیح اور درست حقائق پیش کیے گئے۔(۲۱) اس کے ساتھ ساتھ مغرب میں اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق انتہائی متعصبانہ کتب کی اشاعت کا سلسلہ بدستور جاری رہا۔

چنانچہ بیڈویل (Bedwell / م ۱۶۳۲ء) نے ایک کتاب ''محمد'' *Mohamedis Impostarae* کے نام سے لکھی۔ نام سے ہی ظاہر ہے کہ کتاب کا موضوع کیا تھا۔(۲۲)

اسی طرح جینی برارڈ (Genebrard) نے، جو ایک مشہور کیتھولک مناظر تھا، اس بنا پر آنحضورؐ کا مذاق اڑایا ہے کہ آپؐ نے قرآن مجید کو عبرانی، یونانی یا لاطینی کے مقابلے میں عربی میں لکھا اس کا جواب بھی خود ہی یا تھا، کہ العیاذ باللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وحشی تھے اور اس زبان کے سوا کوئی اور زبان نہیں جانتے تھے، جو ان کے وحشی مقاصد کو پورا کر سکے۔(۲۳)

اسی سولہویں صدی میں ایک نامعلوم شخص نے ایک کتاب (دجالوالعالم الثلاثۃ De Tribus Impostaribes کے نام سے تحریر کی، جس میں اس نے حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت محمدؐ کو اس کا مصداق قرار دیا ہے (العیاذ باللہ)، اس کے باوجود اس دور کے مسیحیوں میں یہ کتاب خوب پھیلی۔ سترہویں صدی عیسوی میں جہالت اور تعصب کے ساتھ ساتھ کچھ عربی متنوں کا بھی یورپین زبانوں مین ترجمہ سامنے آنے لگا، جس سے، تعصب تو اپنی جگہ برقرار رہا لیکن لوگوں کی اسلام کے متعلق معلومات بہتر ہونے لگیں۔

۱۶۴۹ء میں انڈری ڈوریئر (Andre Du Ryer) نے فرانسیسی میں اور کچھ عرصے کے بعد انگریزی میں قرآن کریم کا ترجمہ کیا، اسی طرح عربی کی کئی اور کتابوں کے انگریزی تراجم بھی کیے۔(۲۴)

برطانیہ میں اس کا بیڑا مستشرق ایڈورڈ پوکوک (Edward Pococke) نے اور فرانس میں پٹیس ڈی لاکروکس (Petes de la croix) کے خاندان نے اٹھایا۔ پوکوک اوکسفرڈ میں عربی مسند پر فائز رہا وہ کچھ عرصہ شام میں بھی رہا تھا۔ اس نے ۱۵۶۰ء میں ابوالفرج العبری کی، جو یورپ میں ہیبروس کے نام سے معروف ہے، کتاب ''تاریخ مختصر الدول'' کا ترجمہ شائع کیا۔ العبری ایک عیسائی پادری تھا اور شام کے ایک کلیسا میں لاٹ پادری کے منصب پر فائز رہا تھا۔ تیرہویں صدی عیسوی کے آخری سالوں میں اس نے مذکورہ کتاب تحریر کی ترجمے کا نام اس نے *Specimen Historical Arabum* رکھا۔ العبری مذکور کی کتاب کا رسول اکرمؐ کی ذات، ظہور اسلام اور اسلام کی اشاعت سے کوئی مرکزی تعلق نہ تھا لیکن چونکہ یہ تمام مباحث ضمنی طور پر زیر بحث آئے تھے، اسی لیے اس کتاب کے ذریعے اصلی مآخذ پر مبنی ایسا مواد سامنے آیا، جو نسبتاً حقیقت کے قریب تھا، اسی لیے اسے مغرب میں عہد حاضر تک ایک اچھے مآخذ کے طور پر استعمال کیا جاتا رہا ہے۔(۲۵) اس میں آنحضورؐ کی حیات طیبہ اور قدیم عربوں کی عادات کا بھی مختصر سا تذکرہ کیا گیا ہے اور پوکوک نے اس کے متعدد نسخے جمع کر کے پوری طرح تصحیح اور تحقیق کا کام کیا تھا، اس نے حواشی میں کئی فرضی قصوں کی تردید کی، مثال کے طور پر اس نے لکھا کہ معلق تابوت کے قصے پر مسلمان ضرور ہنسیں گے، اسی طرح اس نے کبوتر والے قصے کی بھی تردید کی ہے۔(۲۶)

۱۶۹۱ء میں ایک پادری لیوس مراکشی (Louis Maracci) نے قرآن کریم کا لاطینی میں ترجمہ کیا۔ جس کے ساتھ اس نے ایک ضمیمہ بعنوان *Prodromus alrefu Tation ed Accorani* شامل کیا، جس میں اس نے اسلامی مصادر کی مدد سے سیرت طیبہ کا بھی ذکر کیا۔ اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ مسلمان مؤلفین کی کتب کو صحیح مانتا تھا، بلکہ اس لیے کہ اس کا خیال تھا کہ ''جب ہم اپنی کتابیں اپنی دشمنوں کے سامنے پیش کریں تو وہ طاقت ور اور قوی حجت والی ہوں''، لیکن اس کے باوجود اس پادری کی تحریر تعصب اور خباثت سے خالی نہیں تھی، اس نے آنحضورؐ کے اسم مبارک کے ساتھ نامناسب الفاظ کا اضافہ کیا، مجموعی طور پر اس کی یہ کتاب مناظرانہ اور جدلیانہ انداز کی ہے۔(۲۷)

اسی صدی میں ایک مصنف (Alexander Ross) نے دو کتابیں، اسلام اور پیغمبر اسلام کے متعلق تحریر کیں لیکن یہ بات یقینی نہیں ہے، کہ ان کتابوں کا مؤلف وہی ہے۔ پہلی کتاب کا عنوان ہے: ملخص موجز لحیاہ ووفاۃ محمد رسول الاتراک ومؤلف القرآن ومرافق ترجمۃ القرآن (*A Brief Sketch of the life and death of Mahomet the Prophet of the Turks another of the Al-coran accompanying to the translation of the Koran*) اس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق وہ تمام قصے اور جھوٹی کہانیاں جو قرون وسطی میں متداول تھیں، نقل کر دیں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں انتہائی گھٹیا اور غلیظ زبان کا استعمال کیا۔(۲۸)

دوسری کتاب کا عنوان پاندی بلیا (Pandeblia) تھا، جو غالباً مذکورہ راس نامی شخص کی تصنیف ہے، اس لیے کہ اس کتاب میں نبی اکرمؐ کی حیات طیبہ کا اس وقت تک دستیاب مآخذ کی مدد سے نسبتاً بہتر طریقے سے ذکر کیا گیا ہے اور یہ کتاب سابقہ کتاب میں نقل کردہ فضول خرافات سے بھی خالی ہے۔

اسی صدی میں ھوٹینجر نے اپنی کتاب تاریخ الشرق (Historia Orientlis) میں جو زورچ سے ۱۶۵۱ء میں طبع ہوئی، ایک مستقل فصل اسلامی تعلیمات اور کیتھولک تعلیمات کے مابین

مشابہت دکھانے کے لیے مختص کی ہے، اس لیے کہ سولہویں صدی سے کیتھولک فرقے کے لوگ پروٹیسٹنٹ فرقے کے لوگوں کو یہ الزام دیتے تھے کہ ان کے اور اسلام کے عقائد یکساں ہیں، حالانکہ صورت حال اس کے برعکس ہے۔ چنانچہ اس نے چھٹی فصل میں اس الزام کی تردید کی ہے، کہ پروٹسٹنٹوں نے اسلامی عقائد کو مسخ کیا ہے اور اس نے واضح کیا ہے کہ بیلرمن (Bellarmine) نے کیتھولک فرقے کے عقائد کی صحت پر جو دلائل دیئے ہیں وہ منسوخ ہیں اور وہ عقائد مسلمانوں کے عقائد سے ماخوذ ہیں۔

اسی زمانے میں ایک شخص ہمفری پریڈوکس (Humphry Prideaux) نے جو ۱۶۹۷ء نوروچ (Norwich) میں کا ڈین تھا۔ سیرت طیبہ کے متعلق ایک کتاب لکھی، جو صدیوں تک مغربی مولفین کا اہم ترین مآخذ رہی۔(۲۹) اس نے اس کتاب کا نام درج ذیل رکھا:

The True nature of Imoprture fully displayed in the life of Mahomet, with a discaurse anien`d forth vindication of christianity from the charge of offered to the consideration of the peists of the Present age).

اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ ۱۶۹۷ء میں اس کے دو ایڈیشن چھپے، جب کہ اس کے بعد اس کے کئی ایڈیشن طبع ہوئے اور فرانسیسی میں ۱۶۹۸ء میں اس کا ترجمہ شائع ہوا۔(۳۰)

دراصل اسی زمانے میں ڈیسنٹ کے نام سے ایک نیا فرقہ پیدا ہوا تھا، جو اللہ تعالیٰ کے وجود پر تو عقیدہ رکھتا تھا لیکن وحی الٰہی، رسولوں اور آسمانی شریعتوں کا منکر تھا ان دونوں فرقوں یعنی قدامت پرستوں اور ڈیسنٹ کے درمیان بحث وجدال کا سلسلہ جاری تھا اور ہر ایک فرقہ دوسرے کو یہ الزام دیتا تھا کہ اس کے عقائد مسلمانوں کے عقائد سے ماخوذ ہیں۔

مصنف نے یہ کتاب کلیسا کے فرقوں کے مابین ہونے والے تصادم کو رفع کرنے کے لیے لکھی تھی۔ مصنف کے خیال میں عیسائی فرقوں کی ان حرکتوں نے خدا کو ان سے ناراض کر دیا تھا

اور ان پر مسلمانوں کو مسلط کر دیا تھا، اس طرح مصنف کا اس کتاب کی تالیف کا مقصد مذہبی ہونے کے ساتھ اسلام کی غلطیوں اور اس میں عیسائیت میں تناقض کو دکھانا اور ظاہر کرنا تھا۔ یہ کتاب ایک مقدمہ اور تین حصوں پر مشتمل ہے پہلے حصے کا عنوان ''حیات محمدؐ'' ہے۔ دوسرا حصہ ڈینٹ کے الگ ہونے والے فرقے سے خطاب پر مشتمل ہے۔ تیسرا حصہ ان کتابوں کی تفصیل پر مشتمل ہے، جن سے مؤلف نے اس کتاب کی تصنیف و تالیف میں مدد لی ہے۔ اس کتاب میں عربی، یہودی، کلدانی، یونانی، فرانسیسی اور انگریزی کتب سے استفادہ نے یورپ بھر میں اس کو وہ شہرت ملی کہ صدیوں تک بطور بنیادی مآخذ استعمال ہوتی رہی۔

بریڈوکس نے لکھا ہے کہ اس کا مقصد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو قلم بند کرنا نہیں ہے، بلکہ العیاذ باللہ اپنی استطاعت کے مطابق آپؐ کی کذب بیانی کو بدترین صورت میں واضح کرنا ہے، مصنف نے یہ تاثر دیا ہے کہ اس نے ۳۶ عربی کتابوں سے بھی استفادہ کیا ہے، جن کے نام اس نے حاشیے میں درج کیے ہیں، لیکن کتاب پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے ان کتابوں کے یورپی زبانوں میں صرف تراجم سے استفادہ کیا ہے اور خود مصنف کو عربی نہیں آتی تھی (۳۱) اور اس کا منبع علم صرف تین کتابوں تک محدود ہے، یعنی توماس لاینیوس کی تاریخ المسلمین، ایڈورڈ پوکوک کی مختصر تاریخ العرب اور تیسری کتاب المکین (Almakin) جسے عبرانی لاطینی میں ایرپینیوس (Erpenius) نے ترجمہ کیا اور ابن العبری کی کتاب جس کا لاطینی ترجمہ پوکوک نے کیا۔ جبکہ اس نے ترجمہ قرآن کے لیے روبرٹ انگلش مین (Robert the Englishmann) کے ترجمہ پر اکتفا کیا۔ اٹھارویں صدی عیسوی میں سیاسی اور تجارتی ضرورتوں کے تحت مشرق ومغرب کے تعلقات میں ایک نیا موڑ آیا اور پہلی مرتبہ یورپ میں آنحضورؐ اور اسلام کے متعلق لکھنے والوں کے لب ولہجہ میں تبدیلی محسوس ہونا شروع ہوئی۔

یہ تبدیلی نامور ڈچ مؤلف ایچ رولانڈ (H.Roland) کی کتاب *De Religione Mahommediea* سے ہوئی جو ۱۷۰۳ء میں شائع ہوئی مصنف نے پہلی مرتبہ نبی اکرمؐ کی سیرت کو تعصب کی آنکھ سے دکھانے کے بجائے اعتدال کے طریقے سے پیش کیا اور اس نے یورپ

میں اپنے اس اصول کو متعارف کروایا کہ مشرق کو اس کے اپنے مآخذ کے ذریعے ہی سمجھا جاسکتا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ بھلا یہ کیسے سوچا جاسکتا ہے کہ اسلام جیسا دین، جسے مسیحی مصنفین نے انتہائی غلط انداز میں اور بگاڑ کر پیش کیا ہے اگر واقعی ایسا ہوتو وہ لاکھوں مسلمانوں کو متاثر کر سکے؟ ہمیں مسلمانوں کو موقع دینا چاہیے کہ وہ ہمیں اپنے دین کے متعلق بتائیں اور جس طرح یہودی اور عیسائی ادیان نے بت پرستوں کے ادیان کی غلط تشریحات کی ہیں اور جیسے کیتھولک مذہب والوں نے پروٹیسٹنٹ کو بگاڑ کر پیش کیا ہے، اسی طرح ہر دین کے دشمنوں نے دوسرے دین کو گھٹا کر اور بگاڑ کر پیش کیا ہے۔(۴۲)

مصنف کا خیال ہے کہ جس طرح دین اسلام کی مخالفت کی گئی اور اسے بگاڑ کر پیش کیا گیا، اسی طرح کسی اور دین کے ساتھ نہیں کیا گیا اور اگر مسیحیت مسلمانوں کے ساتھ روابط رکھتی تو اسے بے حد فوائد حاصل ہوتے، لیکن اس کتاب کو مغرب کے متعصب ماحول میں زیادہ پذیرائی حاصل نہیں ہوئی۔اسی زمانے میں ایک اور کتاب سامنے آئی، جو اس سے بھی زیادہ جرأت اور ہمت کے ساتھ لکھی گئی تھی یہ کتاب کونٹ ڈی بولین ولرز (Count de Boulian villers) نے ۱۷۳۰ء میں فرانسیسی میں لکھی اور اس کا اسی سال لنڈن سے انگریزی میں ترجمہ شائع کیا۔ کتاب کا نام حیاۃ محمد (*Vie de mohmet*) تھا، مترجم نے اپنا نام پوشیدہ رکھا، مترجم نے کتاب لکھنے پر مولف کی جرأت کی تعریف کی ہے کہ اس نے محمدؐ کی شخصیت پر نئے انداز سے قلم اٹھایا ہے۔ اس کتاب کا مرکزی نقطہ یہ تھا کہ اسلام ایک عقلی دین ہے اور اس نے اسی انداز سے آپ کی سیرت طیبہ کو قلم بند کیا۔ اس نے آنحضورؐ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ کی شخصیت منفرد اور ممتاز نوعیت کی ہے۔ آپ ایک ایسے شخص ہیں جنہوں نے عظمت سے ابتدا کی، اور عظمت کے ساتھ امارت کی۔(۴۳)

مغرب میں اس کتاب کا تند وتیز جملوں سے استقبال ہوا۔ایک مصنف نے لکھا کہ یہ عیسائیت کی تحقیر کی قیمت پر، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مبالغہ آمیز تعریف ہے۔ دوسرا مؤلف لکھتا ہے کہ اس کتاب کو یہ حق پہنچتا ہے کہ اسے مسیحی یورپ میں مطالعہ سیرتِ رسول کے سلسلے میں مثبت نتائج پیش کرنے والی پہلی کتاب کا دعویٰ کرے۔(۴۴)

۱۷۴۴ء میں قرآن کریم کا ایک معیاری ترجمہ سامنے آیا، جو جارج سیل (Sale) نامی مستشرق نے کیا تھا۔اس میں مصنف نے بے شمار حواشی لکھے ہیں۔اس نے ''حدیث تمہیدی'' کے عنوان سے اپنے ترجمہ کا مقدمہ لکھا ہے۔ یہ مقدمہ عربی زبان ولغت کے بارے میں عمدہ معلومات پر مشتمل ہے۔اس نے مقدمہ میں رسول اکرمؐ اور قرآن کریم کے بارے میں کافی حد تک معتدل رائے ظاہر کی ہے۔اس نے اوگستاس کے اس قول کو اپنا شعار بنایا ہے کہ ''کوئی ایسا جھوٹا عقیدہ نہیں پایا جاتا جو کچھ حقیقی اشیاء پر مشتمل نہ ہو۔(۳۵) اس مقدمہ کے مؤلف نے پوکوک کے ترجمہ مختصر تاریخ الدول لابن العبری سے استفادہ کیا ہے۔ اس طرح اس نے گاگنیر (Gagnier) کے ترجمہ المختصر فی اخبار البشر لابی الفداء کو بھی پیش نظر رکھا ہے، اس کے علاوہ اس نے بعض عربی متون اور بعض لاطینی تراجم سے بھی استفادہ کیا ہے، جن میں سے بعض بنیادی اور بعض ثانوی مآخذ ہیں لیکن مذکورہ بالا دونوں کتب اس کے زیادہ پیش نظر رہی ہیں۔

اس نے آنحضورؐ کی تعریف میں کئی مسلمان مؤلفین کے اقوال نقل کیے ہیں اور لکھا ہے کہ محمدؐ بت پرستی کو مٹانے کے لیے آئے تھے وہ آپ کے متعلق کہتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بڑے اعلیٰ اخلاق والے اور چشم پوشی کرنے والے شخص تھے۔تاہم اپنی ساری انصاف پسندی کے باوجود اس نے یہ بھی لکھ دیا کہ العیاذ باللہ محمدؐ صادق نہ تھے اور اسلام سچا دین نہیں ہے۔

جین گاگنیر (Gagniers) نے ۱۷۳۳ء اور ۱۷۴۸ء کے درمیان نبی اکرمؐ کی سیرت پر دو بنیادی کتب شائع کیں۔جس میں سے پہلی ابوالفداء کی المختصر فی اخبار البشر تھی، جو ساتویں صدی ہجری کے اواخر اور آٹھویں صدی کے اوائل کی ایک تصنیف ہے اور اس کا لاطینی ترجمہ بھی شائع کیا۔ اس طرح یورپ پہلی مرتبہ ایک مسلمان مؤرخ کے قلم سے آنحضورؐ کی سیرت و حالات سے واقف ہوا۔ پھر اُس نے سیرت پاک پر ایک مفصل کتاب ''حیات محمدؐ'' لکھی اور اسے ایمسٹرڈیم سے ۱۷۴۸ء میں شائع کیا۔ اس کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ بولینبلر کی کتاب کے اثر کو، جو اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کی تعریف پر مشتمل ہے، زائل کیا جائے۔

باوجود اس بات کے کہ مصنف نے مقدمہ میں اپنی اعتدال پسندی کا ڈھنڈورا پیٹا ہے،

مگر وہ اپنے تعصب کو زیادہ دیر تک چھپا نہیں سکا اور اس نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے متعلق صدیوں سے مستعمل پادریوں کی زبان استعمال کرتے ہوئے پیغمبر اسلام پر دشنام طرازی کی انتہاء کر دی ہے۔(۳۶)

اٹھارہویں صدی کے وسط میں ایک شخص سافاری نے قرآن کریم کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ کیا۔ یہ کام ۱۷۵۲ء میں مکمل ہوا، اس نے ترجمے کے ساتھ مختصر الفاظ میں نبی اکرمؐ کی سیرت طیبہ بھی شامل کی ہے۔ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کے ان منفرد افراد میں شمار کرتا ہے، جو دنیا کی تاریخ میں ظاہر ہوئے اور جنہوں نے اپنے ادوار کو متاثر کیا۔(۳۷) وہ آنحضورؐ کو ایک دانا اور عظیم سیاسی شخص قرار دیتا ہے، جنہوں نے حالات کی دگرگونی کے وقت ایک نیا دین پیش کیا۔ وہ اس بات سے تو انکار کرتا ہے کہ محمدؐ کو نبی کہا جائے، البتہ وہ آپ ؐ کو دنیا کے عظیم ترین افراد میں شمار کرنے پر زور دیتا ہے(۳۸)۔

اس تناظر میں جب معروف انگریزی مورخ ایڈورڈ گبن (Gibbon) نے ۱۷۸۰ء میں اپنی تاریخ *Fall of the Roman Empire* لکھی، تو اسے اسلام اور نبی اکرمؐ کی سیرت کے متعلق ان غلط اور بے ہودہ خیالات پیش کرنے سے اجتناب کرنا پڑا، تاہم اسے بھی پوکوک اور سیل کی طرح متعصب مستشرقین کی فہرست سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اس نے اگرچہ اپنے آپ کو کسی حد تک متوازن رکھنے کی کوشش کی ہے، لیکن اس کی تحریر سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ مصنف آنحضورؐ کو ”غیر صادق“ تصور کرتا ہے۔ مثال کے طور پر اس نے نبی اکرمؐ کی سیرت پر بحث کی ابتدا اس قول سے کی ہے، ”وہ عقیدہ جو اسلام کے نام سے معروف ہے اور جس کی شہادت محمدؐ نے دی اور جس کی طرف آپ نے اپنے خاندان اور اپنی قوم کو بلایا وہ ایک دائمی حقیقت سے ترکیب پذیر ہوا اور ایک ضروری جھوٹ پر مبنی ہے، یاد رکھو کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے“۔(۳۹)

اس کے ساتھ ساتھ وہ قرون وسطی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پھیلی ہوئی فرضی اور وہمی کہانیوں کو بھی اپنی کتاب میں درج کرنے سے نہیں چوکتا۔ وہ اسلام کے اللہ تعالی کی وحدانیت کے ساتھ تعلق کا اعتراف کرتا ہے۔ اس کی اس تحریر میں اعتدال اور مذہبی تعصب دونوں ایک دوسرے سے گڈمڈ ہیں۔ اسی لیے یہ کتاب اس حوالے سے چنداں اہمیت نہیں رکھتی۔

اسی دور میں ایک فلسفی اور آزاد منش فرانسیسی والٹر نے ۱۷۴۲ء میں **التعصب او محمد النبی** (*Fanatisme ou mohomet to prophete*) مرتب کی۔ یہ کتاب کسی تاریخی مآخذ یا مصدر پر مبنی ہونے کے بجائے مؤلف کے ذاتی، شہوانی اور ناپاک خیالات کی عکاسی کرتی ہے۔ وہ بولینللر اور سیل کے اس موقف کی سختی سے تردید کرتا ہے کہ محمدؐ کا احترام سے ذکر کیا جائے۔(۴۰) یہ کتاب اس نے پوپ بندیکٹ چہاردہم کو بڑے احترام کے ساتھ پیش کی تھی۔ یہاں یہ واضح کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ علوم میں والٹر کا ذکر ایک عظیم مفکر اور پاپائیت اور دینی مسیحی کے سخت مخالفین میں شامل کر کے کیا جاتا ہے، لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ وہ انتہائی متعصب عیسائی اور رہبانیت کا ایک سیاہ دل غلام تھا۔

اسلام اور پیغمبر اسلام کی مخالفت کا جذبہ ہی والٹر کی کتاب مقالہ عن اخلاق و افکار الامم ۱۷۵۶ء(Essai Sur moeurs) میں بھی کارفرما ہے۔ جہاں وہ اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے تعصب رکھتا ہے۔ وہ محمدؐ اور کرومویل کے مابین تعصب اور بہادری میں مقابلہ کرتا ہے اور یہ اعتراف کرتا ہے کہ محمدؐ کے کارنامے برطانیہ کے حامی کے کارناموں کے مقابلے میں بہت زیادہ ہیں۔(۴۱) وہ آپ کو ایک عظیم شخص قرار دیتا ہے۔حتیٰ کہ ان لوگوں کے نزدیک بھی جو آپ کو صادق نہیں سمجھتے جب کہ دوسرے آپ کو نبی قرار دیتے ہیں۔(۴۲)

معروف جرمن شاعر گوئٹے نے ۱۷۷۳ء میں اپنا ایک شعری قصیدہ بعنوان *Mahomet Geseng* لکھا جس میں وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ایسی نہر سے مشابہت دیتا ہے، جو مسلسل بہہ رہی ہے اور جس کا پانی ہر آن بڑھ رہا ہے اور یہ کہ آپ اپنے ہمراہ اپنے بھائیوں کو لیے ہوئے اپنے ابدی باپ کی طرف رواں دواں ہیں۔(۴۳) کارلائل جن کا ذکر آئندہ آئے گا، اس نے گوئٹے کے ان اشعار کا حوالہ دیا ہے جس کا عنوان ''اگر یہی اسلام ہے تو کیا ہم اسلام میں نہیں جی رہے''۔(۴۴)

گوئٹے ابتدائی عمر میں مشرقی علوم وفنون میں گہری دل چسپی رکھتا تھا، چنانچہ اس نے ۱۷۷۱ اور ۱۷۷۴ء میں رسول اکرمؐ کی سیرت طیبہ پر ایک کتاب لکھنے کا ارادہ کیا تھا مگر عدم فرصت کی بنا پر وہ اسے مکمل نہ کر سکا۔(۴۵)

گوئٹے کہتا ہے ''میں نے ایک خاکہ تیار کیا تھا کہ میں رسول کی سیرت لکھوں گا، جنہیں میں نے ایک لمحہ کے لیے بھی غیر صادق نہیں سمجھا۔ اس لیے کہ آپ کا حقیقی زندگی کی طرف رویہ بڑا مثبت تھا۔ گوئٹے کو یقین تھا کہ رسول اکرمؐ ابتدائی دنوں سے ہی بے حد مخلص اور صادق تھے۔

(۴) مغرب میں سیرت نگاری کا دورِ جدید (انیسویں صدی اور مابعد کا دور)

گوئٹے نے اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق انصاف پر مبنی جو تخم ریزی کی تھی اور اس بارے میں جن سچے خیالات کا اظہار کیا تھا، اس کا مکمل اظہار معروف انگریز ادیب کارلائل کے ایک لیکچر سے ہوا جو اس نے *Prophet as Hero* کے عنوان سے ۱۸۳۷ء میں پیش کیا تھا، یہ مقالہ مغرب میں مطالعہ اسلام کے ایک نئے دور کا دیباچہ ثابت ہوا۔

کارلائل کہتا ہے کہ اب وقت آ گیا ہے کہ ہم پیغمبر اسلام کی قدر و قیمت کا بہتر انداز میں اور جرأت کے ساتھ اندازہ لگائیں جب کہ قدیم زمانے کے لوگ رسول اکرمؐ کو محض ایک وحشی اور عبقری قرار دیتے تھے۔(۴۶) لیکن جدید دور (Romantic age) جس کی انیسویں صدی عیسوی سے ابتداء ہو چکی ہے اور عالم شرق جو پہلے بے کس تھا اب جدید خیالات کو پھیلانے والا اور مغرب پر اپنے اثرات ڈالنے کے قابل ہو گیا ہے اس طرح کے خیالات کو قبول نہیں کر سکتا۔(۴۷)

دراصل کارلائل گوئٹے کو بے حد پسند کرتا تھا، اسی لیے وہ اپنے اس لیکچر میں گوئٹے کے اس قول کا حوالہ دیتا ہے: ''اگر یہی اسلام ہے تو کیا ہم سب اسلام میں نہیں جی رہے؟'' چنانچہ کارلائل گوئٹے کے زیر اثر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ایسا عظیم دینی قائد قرار دیتا ہے جنہوں نے بشریت کی اللہ تعالیٰ کی طرف، جو سب سے بلند و بالا اور قدرت والا ہے، رہنمائی کی ہے۔

اس لیے سیرت طیبہ پر قلم اٹھانے والے تمام مسلمان مصنفین نے کارلائل اور اس کے لیکچر کی تعریف کی ہے۔ اسی طرح ۱۸۴۳ء میں (Gusta weil) نے ''محمد الرسول حیاتہ و تعالیمہ'' لکھی۔(۴۸)

فرانسیسی مؤلف کوزن دی پرسیول (Coussin de perceval) نے ۱۸۷۷ء میں ''تاریخ العرب العام'' لکھی جس میں اس نے ایک مقالہ بعنوان ''مقالہ عن تاریخ العرب''

(*Essai Sur of histoire*) شامل کیا، جہاں اس نے متعدد صفحات میں نبی اکرمؐ کی سیرت بھی تحریر کی ہے۔(۴۹)

اس طرح ایک یہودی مصنف ابراہام گائیگر (Abraham Geiger) نے ۱۸۳۳ء میں ایک کتاب لکھی جس میں یہ سوال اٹھایا گیا کہ محمد نے اپنی دعوت کے اساسی اصول کہاں سے لیے؟ پھر خود ہی اس کا جواب دیا کہ انہوں نے یہودیت سے استفادہ کیا ہے۔

انیسویں صدی میں منظر عام پر آنے والی تین اہم کتابیں

انیسویں صدی میں جو تین اہم کتابیں سیرت طیبہ پر لکھی گئیں۔ ان میں سب سے پہلی کتاب الویوسپرنگر (Aloyo Sprenger) کی تصنیف ہے، جو ایک عرصے تک ہندوستان میں رہا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور ظہور اسلام کے متعلق بہت سے عربی متون دریافت کیے۔ اسی لیے ان موضوعات پر لکھنے کے لیے وہ پوری طرح اہل تھا۔ چنانچہ اس نے آنحضورؐ اور اسلام کے متعلق کئی کتابیں تصنیف و تالیف کیں، جن میں ایک کا نام ''حیاۃ محمد من المصادر الاصلیۃ'' ہے جو ۱۸۴۷ء میں طبع ہوئی۔ ولیم میور اس کتاب کی بے حد تعریف کرتا ہے۔(۵۰)

لیکن بعد ازاں مؤلف نے اپنے یہ افکار تبدیل کر لیے اور حیاۃ محمد وتعالیم محمد The life of Muhammad and his teachings، (۳ جلدیں برلن)، محمد والقرآن دراسۃ سیکولیجۃ (ہومبرگ ۱۸۸۹ء) جیسی کتب تحریر کیں۔

اشپرنگر ذاتی طور پر ایک ڈاکٹر تھا اور ذہنی طور پر ایک عیسائی تھا۔ اسی لیے جب اس نے حدیث کی کتابوں میں یہ پڑھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوئی تھی تو آپ کی پیشانی عرق آلود ہو جاتی تھی، تو اس سے اس کو یہ خیال آیا کہ یہ تو صرع (مرگی) کی ایک قسم ہے، مگر اس نے یہ نہیں سوچا کہ کبھی کسی مرگی کے مریض سے ہیروں اور موتیوں سے زیادہ آب و تاب رکھنے والے وحی کے الفاظ کی چمک دمک نظر آئی ہے، چنانچہ اس نے اپنی پہلی کتاب میں اس کیفیت کی توضیح کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ اسلام اور قرآن دونوں کے متعلق آنحضورؐ کو ذمہ دار ٹھہراتا ہے، جو اس کی مسیحی سوچ کا نتیجہ ہے البتہ اس نے اسلام کی اہمیت اور عالمی تاریخ میں اس کے کردار کو بھی عمدہ انداز میں واضح کیا ہے۔

اس کی دوسری کتاب ''حیاۃ وتعالیم محمدؐ'' میں اس نے اسلام کے ادبی اجتماعی، دینی اور سیاسی ارتقاء کو واضح کیا ہے۔ سپرنگر کے اس انداز کو دبستان پیتھالوجیکل (Pathalogical School) کا شاخسانہ قرار دے سکتے ہیں۔

اس صدی میں سامنے آنے والا دوسرا بڑا کام سکاٹ لینڈ سے تعلق رکھنے والے، متعصب اور قرون وسطی کی یادرگار ولیم میور کا ہے، جس نے بھی اسی زمانے میں حیاۃ محمد (*Life of Mohammed*) لکھی ،مؤلف کی زندگی میں یہ کتاب تین مرتبہ طبع ہوئی آخری بار ۱۸۸۳ء میں شائع ہوئی، اس کتاب کومشرق ومغرب میں وسیع پیانے پر شہرت ملی۔ یہ کتاب لگ بھگ ۸۰ سال تک یورپ میں رسول اکرمؐ پر ہونے والے تحقیقی کاموں کے لیے بنیادی مآخذ کے طور پر مقبول اور متداول رہی۔ اس کتاب کا مطالعہ کرتے وقت یہ پیش نظر رکھنا چاہیے، کہ میور ہندوستان میں حکومت برطانیہ کی طرف سے اہم ترین عہدے پر فائز رہا اور وہ مغرب کی ایک سیاسی اور مذہبی ٹیم کا ایک حصہ تھا، جو مسلمانوں پر مذہبی برتری حاصل کرنے کے لیے دنیا بھر میں سرگرم عمل تھی۔ مصنف کومشرقی علوم وفنون سے خصوصی دل چسپی تھی۔

اس کے پاس مشرقی کتب اور ان کے تراجم کا وافر ذخیرہ موجود تھا۔(۵۱) اس نے قریب قریب انہی کتابوں سے استفادہ کیا جن سے شپرنگر نے استفادہ کیا تھا لیکن میور نے تمام بنیادی مآخذ سامنے رکھنے کے باوجودایک متعصب مستشرق کےطور پر کتاب لکھی۔ اس نے آنحضورؐ کو نبی غیر صادق ثابت کرنے اور اسلام اورقرآن میں تناقضات واضح کرنے پر پوری کوشش صرف کی ہے۔(۵۲) یہ کتاب ایسے مشنریوں کی کتاب کےطور پر سامنے آئی جو حقائق کوبھرپور طریقے سے بدلنے کی عیارانہ کوشش کرتے اور ہندوستان کومسیحی ملک میں تبدیل کرنے کی سازش میں مصروف رہے۔

میور کا گمان ہے کہ اسلام مسیحیت کی اشاعت میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے اورعیسائی مذہب کے لیے اس کوختم کرنا بے حد مشکل ہے اس کے نزدیک محمدؐاور اسلام دونوں ہی جدید تہذیب وتمدن، انسانی آزادی، جسے دنیا دیکھ چکی ہے، کے سخت مخالف ہیں،اس کے ساتھ ساتھ

اس نے لا تعداد مرتبہ یہ بھی لکھا ہے، کہ محمد مخلص اور سچے انسان تھے، خاص طور پر مکی دور میں آپؐ میں اخلاص بڑا واضح نظر آتا ہے، مگر مدنی دور میں اسے آپؐ کے اخلاص میں کمی نظر آتی ہے، وہ لکھتا ہے کہ قاری خود اندازہ لگا لے گا کہ کس طرح اعلیٰ ترین روایات کو تبدیل کیا گیا (العیاذ باللہ)۔

اس دور کا تیسرا مستشرق نولدکہ تھا جس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کئی کتابیں، مقالات لکھے اور لیکچر دیئے مگر وہ اسپرنگر اور ولیم میور کے مقابلے میں اسلام اور پیغمبر اسلام پر تنقید کرنے میں کافی محتاط رہا، اس کی کتاب تاریخ القرآن (برن ۱۸۷۵ء) اس موضوع کے مطالعے کے لیے ایک بنیادی کتاب ہے حالانکہ اس کی تصنیف کو سوا سو سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے مگر اس کے باوجود یہ کتاب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور سیرت طیبہ کے ماخذ کے طور پر ایک اہم تصنیف تصور ہوتی ہے، نولدکہ پہلا یورپی مصنف ہے، جس نے یہ خیال ظاہر کیا کہ سیرت کی کتابیں واقعات اور حوادث کا اس طرح ذکر نہیں کرتیں، جس طرح کہ وہ پیش آئے تھے، بلکہ وہ تاریخ نگاری کے اس طریقے کی پیروی کرتی ہیں، جس دور میں انہیں مرتب اور مدون کیا گیا، جو واقعات پیش آنے کے صدیوں کے بعد کے دور کی روایت ہے۔(۵۳)

نولدکہ کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے متعلق ایک دوسری کتاب *Das Ieben Narh der Queller Populer dargestellt*، (ہانوفر ۱۸۶۳ء) ہے۔ اس کی ایک اور کتاب Muhammad ہے، جو سطحی سی تصنیف ہے۔ نولدکہ جس وقت اس بات کا اقرار کرتا ہے، کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رسالت کے عقیدے میں صادق تھے تو وہ سختی کے ساتھ اس بات کی تردید کرتا ہے کہ رسول اکرمؐ کو کسی طرح کی مرگی (صراع) کے دورے پڑتے تھے اس کا گمان تھا کہ آپ پر طاقت ور اندرونی جذبات کی آمد ہوتی تھی، جس کے متعلق آپ کا عقیدہ تھا، کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے زیر اثر کے تحت ہوتا ہے۔

اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ مغربی دنیا کی طرف سے جو کچھ لکھا جا رہا ہے، اس کا مسلمان ممالک میں قائم سیرت طیبہ کے مراکز میں جائزہ لیا جائے اور اگر ضروری ہو تو اسی زبان میں اس کا جواب تیار کر کے ارسال کیا جائے، اور اس کی نقول تیار کر کے، اہم ترین علمی اور تحقیقی مراکز کو ارسال کی جائیں۔

☆☆☆☆☆

حوالہ جات وحواشی

۱۔ دیکھیے J.T. Addison: *The Christian approch to :A historical study the Moslem*، کولمبیا یونیورسٹی، نیویارک،۱۹۵۲ء،ص ۲۶۔

۲۔ یہ بات اور بھی کئی مغربی مؤلفین نے لکھی ہے،بعض نے بیت اللہ کو بھی ایک بت قرار دیا ہے۔

۳۔ Daniel Norman: *The Devolopoment of the Christian attitude to Islam* (موسم سرما۱۹۵۱ء) در *Dublin Review* eexxx، ص۵

۴۔ اس کی تفصیل اندلس کے تمام مؤرخین مثلاً ڈوزی وغیرہ نے دی ہے

۵۔ گستاف: حضارۃ الاسلام،عربی ترجمہ،عبدالعزیز جاوید، قاہرہ ۱۹۶۰ء،ص ۸۱۔۸۲۔

۶۔ خدا بخش صلاح الدین: *Contribution to the History of Islamic Civilization*، بارسوم، جلد اول، کلکتہ یونیورسٹی، کلکتہ، ۱۹۵۹ء،ص ۱۸۲

۷۔ ایضاً،ص ۱۸۳

۸۔ Daniel Norman، کتاب مذکور، شمارہ ۲۳۱،۱۹۵۹ء،ص ۲۹۶

۹۔ خدا بخش، کتاب مذکور،ص ۱۹۱

۱۰۔ Munro D.C: *The Western attitude towards Islam during the period of crusdes*، در *Speculum*، جلد ۱، (مطبوعہ جولائی ۱۹۳۱ء)،ص ۳۲۹۔۳۳۷

۱۱۔ Munro D.C: *The Western attitude towards Islam during the period of crusdes*، در *Speculum*، جلد ۱، (مطبوعہ جولائی ۱۹۳۱ء)،ص ۳۲۹۔۳۳۷

۱۲۔ خدا بخش، کتاب مذکور،ص ۱۹۱ / ۱۳۔خدا بخش، کتاب مذکور،ص ۲۰۴

۱۴۔ Smith. BP: *Islam in English literature*، امریکن یونیورسٹی، بیروت، پریس، ۱۹۳۹ء،ص ۲۴

۱۵۔ بار کی ف ج: نتاج التاریخی و معالجہ للشرقیین الادنی والاوسط، در *Historians of the Middle East*،تحریر یا رولونیس ب م ہولٹ لنڈن، مطبعہ جامعہ اوکسفرڈ ۱۹۶۲ء،ص ۲۷۹

۱۶۔ بحوالہ واٹ د م: کارلائل،محمد، درصحیفہ ہیرٹ،عدد ۵۳،شعبان ۱۹۵۳ء،ص ۲۳۹

۱۷۔ Watt Montgomry. *Early sources on Muhammmad*، در *The Historical journal* اپریل ۱۹۵۵ء،ص ۲۳۹

۱۸۔ Hitti P.K: *Islam and the west*، Princetion Dian Nastran co ص ۵۴

۱۹۔ Smith BP، کتاب مذکور، ص۵۰،۴ / ۲۰۔ ایضاً، ص۴
۲۱۔ Addison، کتاب مذکور، ص۶۴/ ۲۲۔ Addison، کتاب مذکور، ص۶۴
۲۳۔ Addison، کتاب مذکور، ص۶۴ / ۲۴۔ Daniel Normn، کتاب مذکور، ص۲۹۵
۲۵۔ Hitti, P.K، کتاب مذکور، ص۵۴
۲۶۔ Hurgronje:*Muhammadanism*، نیویارک، *Putman's sons*، ۱۹۲۶ء، ص۱۹
۲۷۔ Smith، کتاب مذکور، ص۲۹-۳۰ / ۲۸۔ Hurgronje، کتاب مذکور، ص۱۸
۲۹۔ Holt P.: *The treatment of Arabic History by Priodox edited by Lewis Bernard and Held P.m and Historians of the Middle East*، در Sale، لندن، اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس، ۱۹۲۳ء، ۲۹۱.
۳۰۔ ایضاً / ۳۱۔ Hurgronje.e، کتاب مذکور، ص۲۰/ ۳۲۔ Smith. BP، کتاب مذکور، ص۵۵
۳۳۔ Sanders J.J: *Muhammad in Europe, A note on Western Interpretation of the life of Prophet in History*، در *The Journal of Historical association*: N. Series,xxxiv، فروری و جون ۱۹۵۶ء، ص۱۶
۳۴۔ Hurgronge، ص۲۳/ ۳۵۔ Hurgronge، ص۲۲
۳۶۔ Andrae Tor: *Muhammad, the Man and his faith*، ترجمہ T. Menzal، ۱۹۳۶ء، ص۲۴۴ / ۳۷۔ ایضاً، ص۲۴۴-۲۴۵
۳۸۔ Gibbon Edward: *Life of Mahomet*، امریکن بک ایکسچینج، ۱۸۷۹ء، ص ۴۲-۴۳/۳۹۔ Andrae Tor، ص۲۴۵ / ۴۰۔ Hitti, P.K، ص۵۹
۴۱۔ Andrae Tor، ص۲۴۶ / ۴۲۔ Watt, M، ص۲۵۲
۴۳۔ Hittil P.K، ص۹۵/ ۴۴۔ Smith، ص۲۱۰
۴۵۔ Sanders، کتاب مذکور، ص۱۷ / ۴۶۔ حوالہ مذکور
۴۷۔ Hurgronje، ص۴۳/۴۸۔ Jeffery Arther، ص۳۳۳
۴۹۔ میور، الجدل الاسلامی اڈنبرا، ۱۸۹۷ء، ص۱۰۳ / ۵۰۔ Sanders، ص۱۸
۵۱۔ Hittri, P. K، ص۵۷۔۵۸
۵۲۔ Levi Della: مقالہ سیرت در *Encyclopaedia of Islam*، ص۴۴
۵۳۔ ایضاً، ص۴۴